رتن سنگھ زخمی کی فارسی رباعیات کا تقابلی و تجزیاتی جائزہ

ڈاکٹر بابر نسیم آسی
ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبۂ فارسی
جی سی یونیورسٹی، لاہور

Abstract

Ratan Singh Zakhmi is a famous poet of the 13th century. He is a discipe of Muhammad Hassan Qateel in poetry. While Zakhmi is primarily a poet of the ghazal, his Diwan contains other genres as well. Following the traditoin of great classical poets, he has also written the rubayi and has presented the typical topics of rubayi in a fresh idiom. This article briefly evaluates selected rubayi's of Ratan Singh Zakhmi.

رتن سنگھ زخمی تیرھویں صدی ہجری کے معروف شاعر ہیں۔ان کا تعلق ہندووں کے مشہور سکسینہ خاندان سے ہے۔ان کا خاندان عربی اور فارسی کے علما کے طور پر مشہور تھا اور کئی پشتوں سے شاہان اودھ کے دربار میں عظیم الشان عہدوں پر فائز تھا۔زخمی لکھنو میں ۱۱۹۷ھ۔ق مطابق ۱۷۸۲ء میں پیدا ہوئے۔(۱)

شاہان اودھ کے دربار سے منشی الملوک، فخر الدولہ، دبیر الملک مہاراجا (رتن سنگھ) بہادر ہوشیار جنگ کے القابات سے سرفراز ہوئے۔زخمی علوم متداولہ اور فارسی، عربی، ترکی اور انگریزی زبانوں کے ماہر تھے۔فارسی نظم میں ضخیم دیوان کے علاوہ جس کا بیشتر حصہ غزلیات پر مشتمل ہے، انیس العاشقین (شعراء کا تذکرہ) سلطان التواریخ (تاریخ کے موضوع پر)، معیار الازمان (تقویم کے موضوع پر)، شرح گل کشتی (کشتی گیری کے موضوع پر)، حدایق النجوم (علم نجوم کے موضوع پر) اور جام گیتی نما (فلسفہ کے موضوع پر) ان کی مشہور تالیفات ہیں۔زخمی نے ۱۲۶۴ھ۔ق میں اسلام قبول کیا اور ۱۲۶۷ھ۔ق میں وفات پائی۔(۲)

رتن سنگھ زخمی کے فارسی دیوان کے دو قلمی نسخے پنجاب یونیورسٹی لاہور کے کتاب خانہ کی زینت ہیں اور راقم نے اس کی تدوین اور تصحیح کی ہے۔زخمی محمد حسن قتیل کے تلامذہ میں سے ہیں (۳) اور بنیادی طور پر غزل کے شاعر ہیں۔ان کا دیوان شعر مسدسات، مخمسات، قطعات تاریخ اور رباعیات پر مشتمل ہے۔ان کے دیوان میں حضرت علی

کرم اللہ وجہہ الکریم کی شان میں ہفت بند بھی ملتا ہے۔ ان کے دیوان میں رباعیات کی تعداد ۲۸ ہے جن کا مختصر جائزہ پیش خدمت ہے۔

رباعی کو شاعری کی معراج سمجھا جاتا ہے اور شاعر تقریباً تمام اصناف سخن میں طبع آزمائی کے بعد رباعی کی پرخار وادی میں قدم رکھتا ہے کیونکہ چار مصروں میں قافیہ، ردیف کی بندش میں رہتے ہوئے مضمون کی تکمیل استادانہ فن کی متقاضی ہوتی ہے۔ رباعی کے موضوعات میں پند و موعظت، توحید، گناہوں پر ندامت، دنیا کی بے ثباتی اور دنیاوی نعمتوں کا زوال وغیرہ شامل ہیں۔ شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ کی رباعیات میں اللہ تعالیٰ کی رحمت خاص موضوع ہے جس کو زخمی نے بھی اپنی رباعیات کا موضوع بنایا ہے۔ ابوسعید ابوالخیرؒ فرماتے ہیں:

یا رب بہ کرم بر من درویش نگر
در من منگر در کرم خویش نگر
ھر چند نیم لایق بخشایش تو
بر حال من خستہ دلریش نگر(۴)

ترجمہ: (اے اللہ مجھ درویش پر اپنے کرم کی نگاہ ڈال، میرے اعماں کو نہ دیکھ اپنے کرم کو دیکھ۔ اگر چہ میں تیری بخشش کے لایق نہیں ہوں، مگر پھر بھی تو مجھ خستہ اور نادار کی حالت زار دیکھ)

باباطاہر عریاں کہتے ہیں:

خداوندا بفریاد دلم رس
تو یار بیکسان موماندہ بیکس
ھمہ گویند طاھر کس ندارہ
خدا یار موچہ حاجت کس (کذا)(۵)

ترجمہ: (اے خدا! تو میرے دل کی فریاد کو پہنچ۔ تو بیکسوں کا سہارا ہے اور میں بے کس رہ گیا ہوں۔ سب لوگ کہتے ہیں کہ طاہر کا کوئی نہیں ہے۔ جب میرا ساتھی تو ہے تو مجھے کسی اور کی کیا حاجت ہے۔)

زخمی بھی اپنے گناہوں پر نادم ہے لیکن اللہ کی رحمت سے نا امید نہیں ہوتا:

ھر چند کہ پر گناھگارم یارب
از کردۂ خویش شر مسارم یارب
رحمی کہ زرحمتت من خستہ جگر
نو مید نیم امید وارم یارب(۶)

ترجمہ: (اے رب! اگر چہ میں گناہوں سے لتھڑا ہوں اور اپنی بداعمالیوں سے شرمسار ہوں۔ تو مجھ پر رحم کر کہ مجھ جیسا تھکا ماندہ شخص تیری رحمت سے نا امید نہیں بلکہ تیری رحمت کا امیدوار ہے۔)

قرآن عظیم کے فرمان کے مطابق دنیا کی زندگی کھیل اور تماشا کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔یہ دنیا اپنے چاہنے والوں کے دل لبھا کرانھیں فریب دیتی ہےاورفسق وفجور میں مبتلا کر دیتی ہے۔خیام نے اس مکار بڑھیا(دنیا) کو''عروس ھزار داماذ'' قرار دیا تھا۔زخمی اس حقیقت سے آگاہ ہےاوراس دنیا کے شراورفریب سے بچنے کی نصیحت کرتے ہوئے گویا ہوتا ہے:

دنیا زالی بود کہ بگذاشتہ بہ
دل زین زنِ نابکار برداشتہ بہ
زان پیش کہ ماو تو دلاخاک شویم
این تودۂ خاک است کہ انباشتہ بہ(۷)

ترجمہ:(دنیاایسی بڑھیا ہے جسے چھوڑ دینا ہی بہتر ہےاوراس ناھنجار عورت یعنی دنیا سے دل نہ لگانا ہی بہتر ہے۔اے دل!اس سے پہلے کہ ہم بھی مٹی ہوجائیں،اس کالبد خاکی کوقناعت سے بھرنا ہی بہتر ہے۔)

رتن سنگھ زخمی کی شخصیت کی پرداخت لکھنو میں ہوئی۔لکھنوعلمی،تہذیبی اور سماجی طور پراعلیٰ روایات کا حامل شہر تھا۔یہاں شیعہ مسلمانوں کی اکثریت تھی اور یہاں کے تعزیے اور جلوس دوسرے علاقوں کی نسبت زیادہ ممتاز تھے۔زخمی حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے محبت وعقیدت رکھتا ہےاوران کے حضور زمانے کی ستم ظریفی کی شکایت کرتا ہےاوردل مضطر کے لیےاطمینان اورسکون کی آرزو کرتے ہوئے کہتا ہے:

انداختہ اند از نظر احباب مرا
ای شاہ فلک جناب دریاب مرا
رو سوی نجف کردہ بنالم تا چند
مگذار چنین با دل بیتاب مرا(۸)

ترجمہ:(میرے احباب نے مجھے نظروں سے گرا دیا ہے۔اے آسمانوں کی رفعت والے بادشاہ!مجھے قبول کر لیجیے۔میں نجف اشرف کی طرف رخ کر کے کب تک آہ وزاری کرتا رہوں گا،آپ مجھے اس شیدا دل کے ساتھ اس حالت میں نہ چھوڑ یئے۔)

دنیاوی جھمگھٹوں میں گم ہوکر شاعر اپنا مقصد حیات فراموش کر بیٹھا ہے۔منزل پر پہنچنے کی کوئی صورت نظر آتی ہےاور نہ ہی کوئی حل سوجھتا ہے۔غم واندوہ کی اس کیفیت میں وہ حضرت شیر خداؑ کے ہاں یوں استغاثہ پیش کرتا ہے:

شاھا! ز کرم من گدا را دریاب
دریاب، من بی سرو پارا دریاب
ای آن کہ از آنِ تست کوثر بہ خدا

تو ساقی و من تشنہ، خدا را دریاب(۹)

ترجمہ: (اے شہنشاہ! اپنے کرم سے مجھ منگتے کو قبول کر لیجئے۔ مجھ بے سروسامان کو قبول کر لیجئے، قبول کر لیجئے، آپؐ بلاشبہ ساقی کوثر ہیں۔ آپؐ ساقی ہیں اور میں پیاسا، خدا کے لئے مجھے قبول کر لیجئے۔)

زخمی روز الست کا مخمور ہے۔ اس عشق کی جذب و مستی میں وہ محبوب کو دیوانہ وار پکارتا ہے اور مے ناب کی آرزو کرتا ہے:

مخمور الستم، می نابی یارا
رنجورِ غمم تازہ شرابی یارا
خنجر بہ کف تست سرم قربانت
شد خشک گلویم دھم آبی یارا(۱۰)

ترجمہ: (میں روز الست کے نشہ میں ہوں اے محبوب! مجھے خالص شراب دے، میں غموں کا مارا ہوا ہوں، اے محبوب! مجھے نئی شراب دے۔ تیرے ہاتھ میں خنجر ہے، میں تیرے قربان، میرا حلق خشک ہو گیا ہے مجھے پانی دے دے۔)

عاشق کے لیے محبوب کا کوچہ کائنات کی ہر شے پر فوقیت رکھتا ہے۔ زخمی کوچۂ محبوب کو بہشت قرار دیتے ہوئے وہاں موت کا آرزومند ہے:

در کوی تو مردہ ام، بہشتم این است
گردیدم کشتہ، سر نوشتم این است
چون آب ز سرگذشت تیغِ تو مرا
قربانِ سرِ تو، سرگذشتم این است(۱۱)

(میری بہشت یہ ہے کہ تیری گلی میں مارا گیا ہوں، میری خوش قسمتی یہی ہے کہ اس نے مجھے اپنے کوچے میں مرا دیکھ لیا ہے۔ تیری تلوار پانی کی طرح سر سے گزر گئی ہے، میں تیرے قربان جاؤں، یہی میری سرگذشت ہے۔)

خیام کی رباعیات میں دنیا کی بے ثباتی کا ذکر جا بجا ملتا ہے۔ خیام اس دنیا کے آغاز و انجام سے بے خبری کا غم بیان کرتا ہے اور انسان کی بے بسی کا ماتم کرتا ہے۔ زخمی اپنی رباعیات میں خیام کے موضوعات کو نئے انداز سے پیش کرتا ہے۔ خیام نے کہا تھا:

پیش از من و تو لیل و نہاری بودہ است
گردندہ فلک نیز بکاری بودہ است
ھر جا کہ قدم نہی تو بر روی زمین

آن مردمک چشم نگاری بوده است (۱۲)

ترجمہ: (ہم سے پہلے بھی دن رات بدلتے رہے ہیں اور یہ گھومنے والا آسمان گردش کرتا رہا ہے، زمیں پر تو جس جگہ بھی قدم رکھے گا، وہ کسی محبوب کی آنکھ کی پتلی کے ذرات ہوں گے۔) زخمی یوں کہتا ہے:

روزی سرما نیز کدویی بوده است
وین شیشۂ می تشنہ گلویی بوده است
مشکن ساغرز مستی امروز کہ دی
این ھم سرِ شوخِ ماه رویی بوده است (۱۳)

ترجمہ: (کبھی ہمارا سر بھی پیالہ رہا ہوگا اور یہ جام مے کسی کا پیاسا حلق رہا ہوگا۔ تو آج سرمستی میں ساغر مت توڑ کہ یہ بھی کسی کے چاند چہرے کا شوخ سر رہا ہوگا۔)

خیام نے عمر کے گزرنے کا ماتم یوں کیا تھا:

افسوس کہ نامۂ جوانی طی شد
وان تازه بہار زندگانی دی شد
آن مرغ طرب کہ نام او بود شباب
فریاد ندانم کہ کی آمد کی شد (۱۴)

ترجمہ: (افسوس کہ جوانی ختم ہوگئی اور زندگی کی تازہ بہار قصۂ پارینہ بن گئی۔ خوشی کا وہ پرندہ کہ جس کا نام شباب تھا، افسوس کہ مجھے نہیں معلوم کہ کب آیا اور کب چلا گیا۔)

زخمی کہتا ہے:

ھر چند بہ دل صد ھوس خام گذشت
در چشم زدن دورِ می وجام گذشت
زین عمر دو روزه کہ دادند بہ ما
کامی نگرفتیم و بہ ناکام گذشت (۱۵)

ترجمہ: (اگرچہ دل میں سینکڑوں ناتمام خواہشات تھیں لیکن پلک جھپکنے میں عیش ونشاط کا زمانہ گزر گیا۔ ہمیں جو چند روز کی عمر دی گئی تھی اس میں مقصد کو حاصل نہ کر سکے اور ناکام ٹھہرے۔)

خیام نے اس دنیا میں انسان کے بےبس اور مجبور ہونے کا تذکرہ یوں کیا تھا:

در دایره ای کہ آمد و رفتن ماست
او را نہ بدایت نہ نہایت پیداست
کس می نزند دمی درین معنی راست

کاین آمدن از کجا ورفتن بکجا است (۱۶)

ترجمہ: (اس دائرے میں جس میں ہمارا آنا اور جانا ہے،اس کی نہ ابتدا کسی کو معلوم ہے اور نہ ہی انتہا۔کوئی اس معاملے میں صحیح طور پر نہیں بتا سکتا کہ یہ آنا کہاں سے ہے اور جانا کہاں پہ ہے۔)

غالب نے دنیا کی اس بے ثباتی اور انسان کی بے بسی کے لئے کہا تھا:

رو میں ہے رخشِ عمر کہاں دیکھئے تھمے
نے ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب میں (۱۷)

استاد ابراہیم ذوق نے دنیا کے اس دائرے میں داخل ہونے اور نکلنے کے لیے انسان کے مجبورِ محض ہونے کی بات یوں کی تھی:

لائی حیات آئے، قضا لے چلی، چلے
اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے (۱۸)

زخمی کا انداز ملاحظہ ہو:

شاد از عدم آمدیم محزون رفتیم
با دیدۂ گریان دلِ پر خون رفتیم
ظاہر نشد این کہ اندر این داربلا
از بہر چہ آمدیم ماچون رفتیم (۱۹)

ترجمہ: (عدم سے خوشی خوشی وجود میں آئے تھے لیکن غمگین روتی ہوئی آنکھوں اور پر خون دل کے ساتھ واپس چلے۔یہ واضح نہ ہو سکا کہ اس مصیبت خانہ میں ہم کیا کرنے آئے اور کیوں واپس چلے گئے۔)

خیام نے انسانی کرداروں کی بے ثباتی کا ذکر کیا ہے کہ وہ مجبورِ محض ہیں اور اس دنیا میں پتلیوں کی مانند اپنا کردار نبھا کر عدم کے صندوق میں واپس چلے جاتے ہیں:

از روی حقیقت نہ ازروی مجاز
مالعبتگانیم و فلک لعبت باز
بازیچہ ھمی کنیم بر نطع وجود
رفتیم بہ صندوق عدم یک یک باز (۲۰)

ترجمہ: (مجازی طور پر نہیں بلکہ حقیقت میں ہم پتلیوں کی مانند ہیں اور آسمان پتلی تماشا دکھانے والا مداری ہے۔ہم وجود کی چٹائی پر اپنا کھیل پیش کر رہے ہیں اور ایک ایک کر کے عدم کے صندوق میں جا رہے ہیں۔)

زخمی نے اس موضوع کو یوں موزوں کیا ہے:

یک چند جدا ز یار جانی بودیم

یک چند بہم بہ کامرانی بودیم
پیمانہ عمر شد چو لبریز ای وای
در بزم نہ ما ونی فلانی بودیم(۲۱)

ترجمہ:(کبھی ہم اپنے عزیز دوستوں سے بچھڑ گئے اور کبھی کامیاب وکامران ہو گئے جب پیمانہ عمر لبریز ہوا تو ہائے افسوس کہ بزم میں نہ ہم تھے اور نہ کوئی اور۔)

اس فانی دنیا میں ہر شے کو زوال ہے، ہر چیز فنا ہو جائے گی صرف کہانیاں باقی رہ جائیں گی۔زخمی اس مضمون کو یوں ادا کرتا ہے:

در بزم نہ این ساقی و مینا ماند
نہ این دل سر خوش تماشا ماند
روزی کہ بہم زنند محفلِ زخمی
افسانۂ ما بود کہ از ما ماند(۲۲)

ترجمہ:(اس بزم میں نہ ساقی رہے گا اور نہ جام، اور نہ دل کو لبھانے والے نظارہ رہے گا۔جس دن کا رکنان قضاوقدر زخمی کی محفل کو درہم برہم کر دیں گے، اس دن صرف ہمارا افسانہ باقی رہ جائے گا۔)

عاشقانہ جذبات واحساسات کا والہانہ اظہار غزل کا خاصہ ہے۔زخمی بنیادی طور پر غزل کا شاعر ہے اس لئے رباعی میں بھی انہی جذبات کا اظہار کرتا ہے۔وہ بزم کو غیر سے خالی پا کر محبوب کی قربت کا متمنی ہے اور یوں کہتا ہے:

بنشین بہ برم بزم تہی از ا عدا است
من کشتۂ این شرم، حیای تو بلا است
جان بر لب من رسید، یک بوسہ بدہ
من مست و تو مست این ھمہ تاخیر چرا است(۲۳)

ترجمہ:(میری آغوش میں آ جا کہ محفل رقیبوں سے خالی ہے، میں شرم کا مارا ہوا ہوں اور تمہاری حیا میرے لئے بلائے جان ہے۔میری جان میرے ہونٹوں تک آن پہنچی ہے، ایک بوسہ دے دے۔جب ہم دونوں ہی مست ہیں تو پھر یہ تاخیر کیوں ہے۔)

زخمی اس مستی و بے خودی کے عالم میں محبوب کو رخ روشن سے نقاب ہٹانے کی درخواست کرتے ہوئے گویا ہے:

بردار نقاب از رخِ نسرین کہ تراست

یک بوسہ بدہ زلعلِ شیرین کہ تراست
تا خونِ منت نیست بہ گردن بفگن
در گردنم این دو ساقِ سیمین کہ تراست(۲۴)

ترجمہ: (اپنے نسرین جیسے چمکدار چہرے سے نقاب ہٹا دے، اور اپنے عقیق جیسے ہونٹوں سے ایک بوسہ دے دے تیری گردن پہ میرا خون نہیں ہے۔ تو اپنی سیمین بانہیں میرے گلے میں ڈال کے مجھے مار ڈال۔)

محبوب عاشق کے وجود کو اپنی بزم ناز میں دیکھنا نہیں چاہتا۔ عاشق ہجر وفراق میں گھل رہا ہے۔ وہ محبوب کی بے اعتنائی کا گلہ کرتا ہے اور خود کو چراغ نیم شبی قرار دیتا ہے جو صبح دم بجھنے کو ہے:

چون شمع زبزم تو بدر خواھم رفت
باسوزِ دل و دیدۂ تر خواھم رفت
از ناز مزن این ھمہ آتش بہ تنم
مہمان ھمین شبم، سحر خواھم رفت(۲۵)

ترجمہ: (میں شمع کی طرح تیری بزم سے نکل جاؤں گا لیکن میں یہ کام بھاری دل اور تر آنکھوں کے ساتھ کروں گا۔ اپنے ناز وادا سے میرے تن بدن میں اور آگ نہ لگا، میں رات بھر کا مہمان ہوں، صبح ہوتے ہی چلا جاؤں گا۔)

محبوب کے ہاتھوں جفا کا اپنا مزہ ہے۔ زخمی بھی محبوب کے دستِ ناز سے اپنا سر قلم دیکھنا چاہتا ہے۔ اس کے نزدیک اگر سر نے کٹنا ہی ہے تو محبوب کی تلوار سے بہتر کیا ہتھیار ہو سکتا ہے۔ وہ سر بریدگی سے بچنے کے لیے عذر پیش کرنے کو خطا قرار دیتا ہے:

گر در دلت آرزوی خونریزی ماست
شمشیر بکش، زھرۂ منع تو کراست
این سر چو بریدنی است از تیغِ تو بہ
در مذھب شوریدہ سران عذر خطاست(۲۶)

ترجمہ: (اگر تمہارے دل میں ہمارے قتل وغارت کی آرزو ہے تو شمشیر اٹھا، تجھے منع کرنے کا حوصلہ کس میں ہے۔ اس سر نے کٹنا ہی ہے تو تیری تلوار سے کٹنا بہتر ہے۔ دیوانوں کے مذہب میں عذر پیش کرنا غلط ہے۔)

عاشق محبوب سے ملنے کی آرزو میں تڑپتا رہتا ہے۔ یہ دردِ جدائی آہستہ آہستہ اسے گھائل کیے جاتا ہے اور اس کی جان محبوب کا انتظار کرتے کرتے لبوں تک آن پہنچتی ہے۔ امیر خسروؒ نے اس کیفیت کا نقشہ یوں کھینچا تھا:

بلبم رسید جانم تو بیا کہ زندہ مانم
پس ازان کہ من نمانم بچہ کار خواھی آمد(۲۷)

ترجمہ:(میری جان میرے لبوں تک آن پہنچی ہے تو آ جا کہ میں بچ جاؤں بس جب میں نہیں رہوں گا تو تو کیا کرنے آئے گا۔)

زخمی کہتا ہے:

شد کارِ من آخراز جدایی ظالم
تا کی جویم ترا، کجایی ظالم
جان بر لب من سازِ سفر می بندد
وقت است گراز پردہ برآیی ظالم(۲۸)

ترجمہ:(اے ظالم! تیری جدائی نے میرا کام تمام کر ڈالا، میں کب تک تمھیں تلاش کروں، اے ظالم تو کدھر چھپا ہوا ہے؟ میرے ہونٹوں پر روح سفر کی تیاری کر رہی ہے۔اے ظالم اب بھی وقت ہے اگر تو دیدار کے لئے آ جائے۔)

زخمی اس غم واندوہ کے ہاتھوں عاجز آ چکا ہے۔راتوں کو اُٹھ کر آہ وفغان اس کا معمول بن چکا ہے وہ اس ظلم وستم کے ہاتھوں محبوب حقیقی سے رحم کی التجا کرتا ہے:

اکنون کہ زدست غم بہ جان آمدہ ام
وز زاریِ ھر شب بہ فغان آمدہ ام
رحمی کہ زبیدادِ فلک با دل زار
شاھا بہ درت گریہ کنان آمدہ ام(۲۹)

ترجمہ:(میں غم کے ہاتھوں تنگ آ چکا ہوں اور رات بھر کی آہ وزاری سے تنگ فریاد کر رہا ہوں۔اے شاہنشاہ! مجھ پر رحم کر کہ میں آسمان کے ظلم وستم کے ہاتھوں مجبور ہو کر تیرے در پر گریہ کرتا ہوا آ گیا ہوں۔)

شاعر غم کی شدت سے درماندہ وبیکس ہے۔اس کے نالہ وزاری کے باوجود کوئی اس کا فریاد رس نہیں، وہ خدا سے نظر کرم کا سوال کرتا ہے کہ اس کے سوا بیکسوں کا ملجا وماوا کوئی نہیں:

درماندہ ام و ھم نفسی نیست مرا
می نالم و فریاد رسی نیست مرا
یا رب نظری بہ حال زارم از رحم
پر بی کسم و جز تو کسی نیست مرا(۳۰)

ترجمہ:(میں بیکس و لاچار رہ آ گیا ہوں اور میرا کوئی ہمدرد نہیں ہے۔میں آہ وزاری کر رہا ہوں اور کوئی

میری فریاد کو نہیں پہنچ رہا۔اے اللہ! میرے حال زار پر رحم فرما۔ میں بہت بے بس ہوں اور تیرے سوا میرا کوئی نہیں ہے۔)

زخمی محبوب سے ''یک نگاھے گاھے'' کا آرزومند ہے اور اس کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے جی رہا ہے، چاہے یہ کیفیت خواب کی ہی کیوں نہ ہو۔ وہ محبوب کے خنجر ناز کا کشتہ ہے اور چاہتا ہے کہ محبوب کا قدم اس کے سروچشم پر پڑے۔ وہ کہتا ہے:

کی می گویم بہ من نگاھی گاھی
یادر برِمن بخواب گاھی گاھی
دانی کہ شہید خنجر نازِ تو ام
قاتل سرِ پایی سر راھی گاھی(۳۱)

ترجمہ: (میں کس کو کہوں کہ مجھ پر کبھی نظر التفات کر یا کبھی میری بانہوں میں سوجا۔تو جانتا ہے کہ میں تیرے ناز وانداز کے خنجر کا مارا ہوا ہوں۔اے قاتل! تو کبھی سرراہ میرے قتل کے لیے کھڑا تو ہو۔)

رتن سنگھ زخمی کی رباعیات فارسی رباعیات کی روایت سے جڑی ہوئی ہیں اور زخمی نے نہ صرف ان موضوعات کا احاطہ کیا ہے جو قدماء کے ہاں رائج تھے بلکہ غزل کے موضوعات یعنی ہجر وفراق، محبوب کے ناز وادا اور ظلم وستم کو رباعیات کے پیکر میں سمو دیا۔ رتن سنگھ زخمی بنیادی طور پر غزل کے شاعر ہیں اور یہی چھاپ ان کی رباعیات میں بھی نظر آتی ہے جو ان کی رباعیات کی انفرادیت ہے۔

حوالہ جات:

۱۔ زخمی، رتن سنگھ، تذکرہ انیس العاشقین نسخہ خطی (لاہور: دانشگاہ پنجاب، شمارہ 23/994 Pfi Vi) برگ ۲۱۳ب

۲۔ نصراللہ مردانی، ستیغ سخن (تذکرہ منظوم)، (تہران: چاپ علی اکبر، ۱۳۷۱ش) ص۱۰۷

۳۔ علی رضا نقوی، دکتر، تذکرہ نویسی فارسی درھند وپاکستان (تہران: چاپ علی اکبر، ۱۳۴۳ش) ص۵۲۳

۴۔ ابوسعید ابوالخیر، سخنان منظوم ابوسعید ابوالخیر، مصحح سعید نفیسی، (تہران: انتشارات سنائی، ۱۳۷۳ش) ص۴۶

۵۔ بابا طاہر عریاں ہمدانی، دیوان بابا طاہر عریان ہمدانی، بکوشش محمد عالمگیر تہرانی (تہران: نشر محمد وسعدی، ۱۳۶۴ش) ص۴۰

۶۔ زخمی، رتن سنگھ، دیوان رتن سنگھ زخمی (مقالہ تحقیقی درجہ دکتری) مصحح بابر نسیم آسی (لاہور گروہ زبان وادبیات

فارسی، دانشگاہ جی سی، ۲۰۱۴)ص ۸۱۰

۷۔ ایضاً،ص ۵۱۸

۸۔ ایضاً،ص ۸۰۹

۹۔ ایضاً،ص ۸۱۰

۱۰۔ ایضاً،ص ۸۰۹

۱۱۔ ایضاً،ص ۸۱۱

۱۲۔ خیام،حکیم عمر، رباعیات خیام، مصحح محمد علی فروغی (تہران انتشارات اساطیر، ۱۳۷۹ش)ص ۷۰

۱۳۔ زخمی، رتن سنگھ، دیوان رتن سنگھ زخمی،ص ۸۱۰

۱۴۔ خیام،حکیم عمر، رباعیات خیام،ص ۸۰

۱۵۔ زخمی، رتن سنگھ، دیوان رتن سنگھ زخمی،ص ۸۱۱

۱۶۔ خیام،حکیم عمر، رباعیات خیام،ص ۷۳

۱۷۔ غالب، مرزا اسداللہ خان، دیوان غالب، مرتبہ حامد علی خان (لاہور: (الفیصل ناشران و تاجران کتب، ۱۹۹۵)ص ۸۰

۱۸۔ ذوق، شیخ محمد ابراہیم، کلیات ذوق (اردو)، مرتبہ ڈاکٹر تنویر احمد علوی (نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ۲۰۰۲م، تیسرا ایڈیشن)ص ۲۰۵

۱۹۔ زخمی، رتن سنگھ، دیوان رتن سنگھ زخمی،ص ۸۱۳

۲۰۔ خیام،حکیم عمر، رباعیات خیام،ص ۸۴

۲۱۔ زخمی، رتن سنگھ، دیوان رتن سنگھ زخمی،ص ۸۱۳

۲۲۔ ایضاً،ص ۸۱۲

۲۳۔ ایضاً،ص ۸۱۱

۲۴۔ ایضاً

۲۵۔ ایضاً،ص ۸۱۲

۲۶۔ ایضاً،ص ۸۱۰

۲۷۔ خسرو، یمین الدولہ ابوالحسن امیر، کلیات غزلیات خسرو، جلد دوم، مصحح اقبال صلاح الدین (لاہور: پیکجز لمیٹڈ، ۱۹۷۳م) ص ۴۸۲

۲۸۔ زخمی، رتن سنگھ، دیوان رتن سنگھ زخمی، ص ۸۱۳

۲۹۔ ایضاً، ص ۸۱۴

۳۰۔ ایضاً، ص ۸۰۹

۳۱۔ ایضاً، ص ۸۱۵

مآخذ:

۱۔ ابوسعید ابوالخیرؒ، سخنان منظوم ابوسعید ابوالخیر، مصحح سعید نفیسی، انتشارات سنائی، ۱۳۷۳ش۔

۲۔ باباطاہر عریان ہمدانی، دیوان بابا طاہر عریان ہمدانی، بکوشش محمد عالمگیر تہرانی، نشر محمد وسعدی، تہران، ۱۳۶۴ش۔

۳۔ خسرو، یمین الدولہ ابوالحسن، کلیات غزلیات خسرو، جلد دوم، مصحح اقبال صلاح الدین، پیکجز لمیٹڈ لاہور، ۱۹۷۳م

۴۔ خیام، حکیم عمر، رباعیات خیام، مصحح محمد علی فروغی، دکتر قاسم غنی، انتشارات اساطیر، ۱۳۷۹ش۔

ذوق، شیخ محمد ابراہیم، کلیات ذوق (اردو)، مرتبہ ڈاکٹر تنویر احمد علوی (نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ۲۰۰۲م، تیسرا ایڈیشن)

۵۔ زخمی، رتن سنگھ، تذکرہ اینس العاشقین، نسخہ خطی (لاہور دانشگاہ پنجاب، شمارہ 23/994 Pfi Vi برگ ۲۱۳ب

۶۔ زخمی، رتن سنگھ، دیوان رتن سنگھ زخمی، مقالۂ تحقیقی درجہ دکتری، مصحح بابر نسیم آسی، ۲۰۱۴ء، گروہ زبان و ادبیات فارسی، دانشگاہ جی سی، لاہور۔

۷۔ علی رضا نقوی، دکتر، تذکرہ نویسی فارسی درهند و پاکستان (تہران: چاپ علی اکبر، ۱۳۴۳ش)

۸۔ غالب، مرزا اسداللہ خان، دیوان غالب، مرتبہ حامد علی خاں (لاہور الفیصل ناشران وتاجران کتب، ۱۹۹۵

۹۔ نصراللہ مردانی، ستیغ سخن (تذکرہ منظوم)، (تہران: چاپ علی اکبر، ۱۳۷۱ش)